ملّت کے مختلف طبقات سے شاہ ولی اللہؒ کا خطاب

محمد مظہر بقا

شاہ ولی اللہؒ کا دَور سیاسی اعتبار سے انحطاط کا دَور ہے۔ سیاسی انحطاط اخلاقی انحطاط کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ پہلے اخلاقی انحطاط آتا ہے، اس کے نتیجہ میں سیاسی انحطاط رونما ہوتا ہے اور یہ سیاسی انحطاط مزید اخلاقی اور اقتصادی انحطاط کا سبب بنتا ہے۔

شاہ صاحب کے دَور میں سیاسی انتشار کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار بھی پامال ہو چکی تھیں اور بالخصوص عوام نہ صرف اخلاقی بلکہ اقتصادی حیثیت سے بھی دیوالیہ ہو چکے تھے۔

شاہ صاحب نے عالمگیر کے بعد جن بادشاہوں کا زمانہ دیکھا، ان میں بیشتر کی حالت یہ تھی کہ وہ امورِ سلطنت سے غافل ہو کر عموماً عیش کوشی اور لذت اندوزی میں منہمک تھے۔ شہوات کی طرف انسان کے طبعی میلان کو اس کا سبب قرار دیا جا سکتا ہے خصوصاً جبکہ اس کے پورے مواقع بھی میسر ہوں، اس کے علاوہ، اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے پیش رؤوں کا حشر دیکھ کر اور بادشاہ گر امراء اور وزراء کے ہاتھوں بے بس اور مجبور ہو کر وہ اپنے دماغی سکون کے لئے یہ سوچتے ہوں کہ حیات ناپائدار اور غیر یقینی اقتدار کی عارضی مدت کو کیوں نہ غرق شاہد و شراب رکھا جائے۔

جہاندار شاہ اور لال کنور کے قصے، محمد شاہ کی رنگ رلیاں اور احمد شاہ کی اس حد تک حسن پرستی کہ نہ صرف محل میں بلکہ محل سے باہر بھی ایک ایک کوس کے فاصلہ تک چاروں طرف صرف خوب صورت عورتیں نظر آئیں[1]، ان واقعات سے تاریخ کا کوئی طالب علم ناواقف نہیں۔

1- FALL OF THE MUGHAL EMPIRE VOL. I - P-206

اس عام لذت کوشی کے ساتھ بعض کی اقتصادی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے خزانے میں اتنی رقم بھی نہ رکھتے تھے کہ سپاہیوں کو تنخواہ دے سکیں۔ عالم گیر ثانی کے عہد میں تو افلاس کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ شہزادوں اور شہزادیوں کی حالت بھکاریوں سے بدتر تھی۔ شہزاد خان دیوان ایک روز خیرات خانہ کا شوربا بادشاہی معائنہ کے لئے لے کر گیا تو اس نے کہا کہ یہ محل کی بیگمات کو دے دو، کیونکہ حرم کے مطبخ میں تین دن سے چولہا نہیں جلا۔[۱]

عالمگیر ثانی ہی کے زمانہ میں ایک دن قلعہ کی بیگمات بھوک سے بیتاب ہو کر شہر جانے کے لئے محل سے باہر نکل پڑیں۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے انہیں اپنی بے پردگی تک کا خیال نہ رہا۔ لیکن قلعہ کے دروازے بند ہونے کی وجہ سے مجبوراً وہیں بیٹھ رہیں اور ایک دن اور ایک رات وہیں بیٹھی رہیں۔ بڑی مشکل سے انہیں محل میں واپس لایا گیا۔[۲]

جب بادشاہوں کا یہ حال ہو تو رعایا کا حال کیا رہا ہوگا۔

اس زمانہ میں مختلف طبقات کی جو اخلاقی اور اقتصادی حالت تھی اس کی اصلاح کی خاطر شاہ صاحب نے سلاطین، امراء اور ارکان دولت، فوجی سپاہیوں، اہل صنعت وحرفت، مشائخ اور پیرزادوں، غلط کار علماء، واعظوں اور عوام کو خطاب کر کے انھیں ان کی غلطیوں اور برائیوں پر متنبہ کیا ہے اور ہر ایک کو یہ بتایا ہے کہ انہیں کیا کرنا چاہیئے اور وہ کیا کر رہے ہیں۔

شاہ صاحب کا سلاطین اسلام سے خطاب اے بادشاہو! ملأ اعلیٰ کی مرضی اس زمانہ میں اس امر پر مستقر ہو چکی ہے کہ تم تلواریں کھینچ لو، اور اس وقت تک نیام میں داخل نہ کرو، جب تک مسلم، مشرک سے بالکلیہ جدا نہ ہو جائے اور اہل کفر وفسق کے سرکش لیڈر، کمزوروں کے گروہ میں جا کر شامل نہ ہو جائیں اور یہ کہ ان کے قابو میں پھر کوئی ایسی بات نہ رہ جائے جس کی بدولت وہ آئندہ سر اٹھا سکیں۔ ان سے جنگ کرتے رہو تاآنکہ فتنہ فرو ہو جائے اور دین صرف اللہ کے لئے مخصوص ہو جائے۔[۳] پھر جب کفر و اسلام کے درمیان ایسا کھلا نمایاں امتیاز پیدا ہو جائے

۱۔ ایضاً ج ۲ ص ۷ ۳۔ ۲۔ ایضاً۔

۳۔ وقاتلوا حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ (البقرۃ ۲: ۱۹۳)۔

تب تمہیں چاہیئے کہ ہر تین چار دن کے سفر کی منزلوں پر اپنا ایک ایک حاکم مقرر کرو۔ ایسا حاکم جو عدل و انصاف کا مجسمہ ہو، جو قوی ہو، جو ظالم سے مظلوم کا حق وصول کر سکتا ہو، اور خدا کے حدود کو قائم کر سکتا ہو، اور اس میں سرگرم ہو کہ پھر لوگوں میں بغاوت و سرکشی کے جذبات پیدا نہ ہوں، وہ جنگ پر آمادہ نہ ہوں، اور دین سے مرتد ہونے کی کسی میں جرأت باقی نہ رہے، نہ کسی گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی کسی کو مجال ہو، اسلام کا کھلے بندوں اعلان ہو، اور اس کے شعائر کا علانیہ اظہار کیا جائے، ہر شخص اپنے متعلقہ فرائض کو صحیح طور پر ادا کرے۔ چاہیئے کہ ہر شہر کا حاکم اپنے پاس اتنی قوت رکھے جس کے ذریعہ سے اپنی متعلقہ آبادی کی اصلاح کر سکتا ہو، مگر اسی کے ساتھ اس کو اتنی قوت فراہم کرنے کا موقع نہ دیا جائے جس کے بل بوتے پر وہ خود ان سے نفع گیر ہونے کی تدبیریں سوچنے لگے اور حکومت کے مقابلہ پر آمادہ ہو جائے۔ چاہیئے کہ اپنے متعلقہ مقبوضات کے بڑے علاقے اور اقلیم پر ایسے امیر مقرر کئے جائیں جو جنگی مہمات کا اختیار بھی رکھتے ہوں ایسے امیر کے ساتھ بارہ ہزار کی جمعیت رکھی جائے مگر جمعیت ایسے آدمیوں سے بھرتی ہو جن کے دل میں جہاد کا ولولہ ہو اور خدا کی راہ میں کسی کی ملامت سے خوف زدہ نہ ہوں، ہر سرکش و متمرد سے جنگ اور مقابلہ کی ان میں صلاحیت ہو۔

اے بادشاہو! جب تم یہ کر لوگے تو اس کے بعد ملأ اعلیٰ کی رضامندی یہ چاہے گی کہ تم لوگوں کی منزلی اور عائلی زندگی کی طرف توجہ کرو۔ ان کے باہمی معاملات کو سلجھاؤ اور ایسا کردو کہ پھر کوئی معاملہ ایسا نہ ہونے پائے جو شرعی قوانین کے مطابق نہ ہو۔ اس کے بعد ہی لوگ امن و امان کی صحیح مسرت سے فائز المرام ہو سکتے ہیں۔[۱]

امراء و ارکان دولت سے خطاب اے امیرو! دیکھو کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ دنیا کی فانی لذتوں میں تم ڈوبے جا رہے ہو۔ اور جن لوگوں کی نگرانی تمہارے سپرد ہوئی ہے ان کو تم نے چھوڑ دیا ہے تاکہ ان میں سے بعض بعض کو کھاتے اور نگلتے رہیں۔ کیا تم علانیہ شرابیں نہیں پیتے؟ اور پھر اپنے اس فعل کو تم برا بھی نہیں سمجھتے۔ تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ بہت سے لوگوں نے اونچے اونچے محل اس لئے کھڑے کئے ہیں کہ ان میں زنا کاری کی جائے اور شرابیں ڈھالی

۱۔ تفہیمات ۔ ج ۱ ص ۲۱۵ ۔ ۲۱۶ ۔

جائیں، جوا کھیلا جائے، لیکن تم اس میں دخل نہیں دیتے اور اس حال کو نہیں بدلتے۔ کیا حال ہے ان بڑے بڑے شہروں کا جن میں چھ سو سال سے کسی پر حد شرعی جاری نہیں ہوئی۔ جب کوئی کمزور مل جاتا ہے تو اسے پکڑ لیتے ہو، اور جب قوی ہوتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو۔ تمہاری ساری ذہنی قوتیں اس پر صرف ہو رہی ہیں کہ لذیذ کھانوں کی قسمیں پکواتے رہو، اور نرم و گداز جسم والی عورتوں سے لطف اٹھاتے رہو۔ اچھے کپڑوں اور اونچے مکانات کے سوا تمہاری توجہ اور کسی طرف منعطف نہیں ہوتی۔ کیا تم نے اپنے سر کبھی اللہ کے سامنے جھکائے؟ خدا کا نام تمہارے پاس اس لئے رہ گیا ہے کہ اپنے تذکروں اور قصّے کہانیوں میں اس نام کو استعمال کرو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے لفظ سے تمہاری مراد زمانہ کا انقلاب ہے کیونکہ تم اکثر بولتے ہو خدا قادر ہے کہ ایسا کر دے، یعنی زمانے کے انقلاب کی یہ تعبیر ہے۔ [۱]

فوجی سپاہیوں سے خطاب اے فوجیو اور عسکریو! تمہیں خدا نے جہاد کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کی بات اونچی ہو گی اور خدا کا کلمہ بلند ہو گا اور شرک اور اس کی جڑوں کو تم دنیا سے نکال پھینکو گے۔ لیکن جس کام کے لئے تم پیدا کئے گئے تھے اسے تم چھوڑ بیٹھے۔ اب تم جو گھوڑے پالتے ہو، ہتھیار جمع کرتے ہو، اس کا مقصد صرف یہ رہ گیا ہے کہ محض اپنی دولت میں اضافہ کرو۔ اس سلسلہ میں جہاد کی نیّت سے تم بالکل خالی الذہن رہتے ہو، تم شرابیں پیتے ہو، بھنگ کے پیالے چڑھاتے ہو، داڑھیاں منڈاتے ہو، اور مونچھیں بڑھاتے ہو، عام لوگوں پر زیادتیاں اور ظلم کرتے ہو، حالانکہ جو کچھ ان کا لے کر کھاتے ہو، اس کی قیمت ان تک نہیں پہنچتی۔ خدا کی قسم! تم عنقریب اللہ کی طرف واپس جاؤ گے، پھر تمہیں وہ بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے [۲]

اہل صنعت و حرفت سے خطاب اے اربابِ پیشہ! دیکھو امانت کا جذبہ تم سے مفقود ہو گیا ہے۔ تم اپنے رب کی عبادت سے خالی الذہن ہو چکے ہو اور تم اپنے فرضی بنائے ہوئے معبودوں پر قربانیاں چڑھاتے ہو۔ تم مدار اور سالار کا حج کرتے ہو۔ تم میں بعض لوگوں نے فال بازی، ٹوٹکا اور گنڈے وغیرہ کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے، یہی ان کی دولت ہے اور یہی ان کا ہنر ہے۔

۱۔ تفہیمات۔ ج ۱ ص ۲۱۶۔ ۲۔ تفہیمات۔ ج ۱ ص ۲۱۶۔ ۲۱۷۔

یہ لوگ خاص قسم کا لباس اور بانا اختیار کرتے ہیں، خاص طرح کے کھانے کھاتے ہیں۔ان میں جن کی آمدنی کم ہوتی ہے وہ اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کے حقوق کی پروا نہیں کرتے۔تم میں بعض صرف شراب خوری کو پیشہ بنائے ہوئے ہیں اور تم ہی میں کچھ لوگ عورتوں کو کرایہ پر چلا کر پیٹ پالتے ہیں۔ یہ کیسا بدبخت آدمی ہے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کر رہا ہے۔ [1]

مشائخ کی اولاد یعنی پیرزادوں سے خطاب

اے وہ لوگو! جو اپنے آباد کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہو، یعنی گزشتہ بزرگانِ دین کی اولاد میں ہو۔میرا آپ سے سوال ہے کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ ٹکڑوں ٹکڑوں، ٹولیوں ٹولیوں میں آپ بٹ گئے ہیں۔ہر ایک اپنے اپنے راگ اپنی اپنی منڈلی میں الاپ رہا ہے اور جس طریقے کو اللہ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نازل فرمایا تھا اور محض لطف و کرم سے جس راہ کی طرف رہنمائی فرمائی تھی، اُسے چھوڑ کر ہر ایک تم میں ایک مستقل پیشوا بنا ہُوا ہے اور لوگوں کو اسی طرف بلا رہا ہے۔اپنی جگہ اپنے کو راہ یافتہ اور راہنما ٹھہرائے ہوئے ہے، حالانکہ دراصل وہ خود گم کردہ راہ اور دوسروں کو بھٹکانے والا ہے۔ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض لوگوں کو اس لئے مرید کرتے ہیں تاکہ ان سے ٹکے وصول کریں۔ایک علم شریف کو سیکھ کر دنیا بٹورتے ہو۔کیونکہ جب تک اہلِ دین کی شکل و شباہت اور طرز و انداز نہ اختیار کریں گے دنیا حاصل نہیں ہو سکتی۔اور نہ میں ان لوگوں سے راضی ہوں جو سوائے اللہ و رسولؐ خود اپنی طرف بلاتے ہیں اور اپنی مرضی کی پابندی کا لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔یہ لوگ بٹ مار اور راہزن ہیں۔ان کا شمار دجالوں، کذابوں، فتانوں اور ان لوگوں میں ہے جو خود فتنہ اور آزمائش کے شکار ہیں۔ [2]

دین میں تنگی پیدا کرنے والے واعظوں اور کنج نشین زاہدوں سے خطاب

دین میں خشکی اور سختی کی راہ اختیار کرنے والوں سے میں پوچھتا ہوں اور واعظوں، عابدوں اور ان کنج نشینوں سے سوال ہے جو خانقاہوں میں بیٹھے ہیں کہ یہ جبراً اپنے اور دین پر عائد

۱۔ تفہیمات۔ ج ۱ ص ۲۱۷۔ ۲۔ تفہیمات ج ۱ ص ۲۱۴۔

کرنے والو! تمہارا کیا حال ہے؟ ہر بُری بھلی بات، ہر رطب و یابس تمہارا ایمان ہے، لوگوں کو تم جعلی اور گھڑی ہوئی حدیثوں کا وعظ سناتے ہو۔ اللہ کی مخلوق پر تم نے زندگی تنگ کر چھوڑی ہے، حالانکہ تم (اے اُمتِ محمدیہ) اس لئے پیدا ہوئے تھے کہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچاؤ گے نہ کہ ان کو دشواریوں میں مبتلا کر دو گے۔ تم ایسے لوگوں کی باتیں دلیل میں پیش کرتے ہو جو بیچارے مغلوب الحال تھے اور عشق و محبت الٰہی میں عقل و حواس بھی کھو بیٹھے تھے حالانکہ اہلِ عشق کی باتیں وہیں کی وہیں لپیٹ کر رکھ دی جاتی ہیں، نہ کہ ان کا چرچا کیا جاتا ہے۔ تم نے وسواس کو اپنے لئے گوارہ کر لیا ہے اور اس کا نام احتیاط رکھ چھوڑا ہے۔ حالاں کہ تمہیں صرف یہ چاہیئے تھا کہ اعتقاد اور عملاً احسان کے مقام کے لئے جن امور کی ضرورت ہے بس ان کو سیکھ لیتے۔ لیکن جو بیچارے اپنے خاص حال میں مغلوب تھے خواہ مخواہ ان کی باتوں کو "احساس خالص کے امور میں" گڈمڈ کرنے کی حاجت نہ تھی اور نہ ارباب کشف کی چیزوں کو ان میں مخلوط کرنے کی ضرورت تھی۔[۱]

عام اُمتِ مُسلمہ سے جامع خطاب، امراض کی تشخیص اور علاج کی تجویز

میں مسلمانوں کی عام جماعت کی طرف اب مخاطب ہوں اور کہتا ہوں۔ آدمؑ کے بچو! دیکھو تمہارے اخلاق سو چکے ہیں۔ تم پر بیجا حرص و آز کا ہوکا سوار ہو گیا ہے۔ تم پر شیطان نے قابو پا لیا ہے۔ عورتیں مردوں کے سر چڑھ گئی ہیں، اور مرد عورتوں کے حق برباد کر رہے ہیں۔ حرام کو تم نے اپنے لئے خوشگوار بنا لیا ہے اور حلال تمہارے لئے بدمزہ ہو چکا ہے۔

اے آدم کے بچو! تم نے ایسے بگڑے ہوئے رسوم اختیار کر لئے ہیں جن سے دین کی اصلی صورت بگڑ گئی ہے، تم عاشورہ کے دن جھوٹی باتوں پر اکٹھا ہوتے ہو۔ اسی طرح شب برات میں کھیل کود کرتے ہو، اور مُردوں کے لئے کھانے پکا پکا کر کھلانے کو اچھا خیال کرتے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو اس کی دلیل پیش کرو۔ اس طرح اور بھی بُری بُری رسمیں تم میں جاری ہیں جس نے تم پر تمہاری زندگی

۱۔ تفہیمات۔ ج ۱ ص ۲۱۵۔

تنگ کر دی ہے۔ مثلاً تقریبات کی دعوتوں میں تم نے حد سے زیادہ تکلف برتنا شروع کر دیا ہے۔ اس طرح ایک بُری رسم یہ بھی ہے کہ کچھ بھی ہو جائے لیکن طلاق کو گویا تم نے ناجائز ٹھہرا لیا ہے۔ یوں ہی بیوہ عورتوں کو نکاح سے روکے رہتے ہو۔ ان رسموں میں تم اپنی دولت ضائع کرتے ہو، وقت برباد کرتے ہو، اور جو صحت بخش روش تھی اُسے چھوڑ بیٹھے ہو۔ تم نے اپنی نمازیں برباد کر رکھی ہیں۔ تم میں کچھ لوگ ہیں جو دنیا کماتے ہیں اور اپنے دھندوں میں اتنے پھنس گئے ہیں کہ نماز کا انھیں وقت ہی نہیں ملتا۔ کچھ لوگ ہیں جو قصہ کہانی سننے میں وقت گنواتے ہیں۔ خیر پھر بھی اگر ایسی مجلسیں لوگ ایسے مقامات پر قائم کیا کرتے جو مسجدوں سے قریب ہوں تو شاید ان کی نمازیں ضائع نہیں ہوتیں۔ تم نے زکوٰۃ کو بھی چھوڑ دیا ہے حالانکہ کوئی ایسا دولت مند نہیں ہے جس کے اقرباء، اعزاء میں حاجت مند لوگ نہیں ہوتے۔ اگر ان لوگوں کی وہ مدد کیا کریں، ان کو کھلایا پلایا کریں اور زکوٰۃ کی نیت کر لیا کریں، تو یہ بھی ان کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ تم میں بعض نے روزے چھوڑ رکھے ہیں، خصوصاً جو فوجی ملازم ہیں، کہتے ہیں کہ وہ روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہیں، یعنی جو محنت انہیں برداشت کرنی پڑتی ہے، اس کے ساتھ روزے نہیں رکھ سکتے۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تم نے راہ غلط کر دی ہے، اور تم حکومت کے سینے پر بوجھ بن گئے ہو۔ بادشاہ جب اپنے خزانہ میں اتنی گنجائش نہیں پاتا جس سے تمہاری تنخواہ ادا کرے، تب رعایا پر زندگی دشوار کرتا ہے۔ سپاہیو! یہ تمہاری کیسی بُری عادت ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو روزے رکھتے ہیں لیکن سحری نہیں کرتے اور رمضان میں ان سخت کاموں کو نہیں چھوڑتے جن کی وجہ سے روزے ان پر گراں گزرتے ہیں۔[۱]

متفرق ہدایات، شاہ صاحب کی قلم سے

وزیر اور امراء کو اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:— ملازمین کی تنخواہیں بغیر تاخیر کے ان کو ملنی چاہئیں اس لئے کہ تاخیر کی صورت میں وہ لوگ سودی قرض لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور ان کا اکثر مال ضائع ہو جاتا ہے۔[۲]

---

(۱) تفہیمات ج ۱ ص ۲۱۷ - ۲۱۹ - (۲) سیاسی مکتوبات (ترجمہ) ص ۹۵ (مکتوب بنام وزیر الملک)

ان تمام تفہیمات کا ترجمہ مولانا مناظر احسن (الفرقان ص ۱۴۶ - ۱۵۲) سے لیا گیا ہے۔

مسلمان کی کمزوری اور بدحالی کے باعث ہندوؤں کے عمل دخل کا ایک مکتوب میں اس طرح بیان کرتے ہیں :-

" رہا مسلمانوں کا حال، وہ یہ ہے کہ " نوکرانِ بادشاہ " جو کہ ایک لاکھ سے زائد تھے ، ان میں پیادہ و سوار بھی تھے ، اہل نقدی و جاگیر دار بھی تھے ، بادشاہوں کی غفلت سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ جاگیردار اپنی جاگیروں پر عمل دخل نہیں پاتے ، کوئی غور نہیں کرتا کہ اس کا باعث بے عملی ہے ، جب 'خزانۂ بادشاہ' نہیں رہا ، نقدی بھی موقوف ہو گئی ، آخر کار سب ملازمین تتر بتر ہو گئے اور کاسۂ گدائی اپنے ہاتھ میں لے لیا ، سلطنت کا بجز نام کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ جب ملازمین بادشاہ کا یہ حال ہے تو تمام دیگر اشخاص کے حال کو جو کہ وظیفہ خوار یا سوداگر یا اہل صنعت ہیں انہیں پر قیاس کر لینا چاہیئے کہ کس حد تک خراب ہو گیا ہوگا۔ طرح طرح کے ظلم اور بے روزگاری میں یہ لوگ گرفتار ہیں۔ علاوہ اس تنگی و مفلسی کے ، جب سورج مل کی قوم نے اور صفدر جنگ نے مل کر دہلی کے پرانے شہر پر دھاوا بولا۔ یہ غریب سب کے سب بے خانماں ، پریشان اور بے مایہ ہو گئے۔ پھر متواتر آسمان سے قحط نازل ہوا۔ غرضیکہ جماعت مسلمین قابلِ رحم ہے۔ اس وقت جو عمل و دخل سرکار بادشاہی میں باقی ہے وہ ہنود کے ہاتھ میں ہے کیونکہ متصدی و کارکن سوائے ان کے اور کوئی نہیں ہے۔ ہر قسم کی دولت و ثروت ، ان کے گھروں میں جمع ہے۔ افلاس اور مصیبت کا بادل ، مسلمانوں پر چھا رہا ہے "۔[1]

نجیب الدولہ کو کہتے ہیں :-

" ایک اور بات کہنی ہے وہ یہ کہ جب افواجِ شاہیہ کا گزر دہلی میں واقع ہو تو اس وقت اہتمام کلی کرنا چاہیئے کہ دہلی ، سابق کی طرح ظلم سے پامال نہ ہو جائے۔ دہلی والے کئی مرتبہ اپنے مالوں کی لوٹ اور اپنی عزتوں کی توہین اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں "۔[2]

" ایک اہم بات یہ ہے کہ مسلمانانِ ہندوستان نے خواہ وہ دہلی کے ہوں خواہ اس کے علاوہ

۱۔ سیاسی مکتوبات (ترجمہ) ص ۱۰۴ - ۱۰۵ (مکتوب بنام ابدالی)۔

۲۔ سیاسی مکتوبات (ترجمہ) ص ۱۱۷۔

کسی اور جگہ کے کئی صدمات دیکھے ہیں اور چند بار لوٹ مار کا شکار ہوئے ہیں۔" چاقو ہڈی تک پہنچ گیا ہے۔" رحم کا مقام ہے خدا کا اور اس کے رسولؐ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال کے درپے نہ ہوں۔" ؎۱

تاج محمد خان بلوچ کو کہتے ہیں:۔

"اس زمانے میں دشمنانِ دین کے غالب ہونے اور مسلمانوں کے مغلوب ہونے کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مسلمان اپنے اغراضِ نفسانی کو درمیان میں لاتے ہیں اور ہنود کو اپنے کاروبار میں دخیل بناتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہنود غیر مسلموں کا استیصال گوارا نہ کرینگے۔ دُور اندیشی اور تحمل محمود شے ہے۔ لیکن اتنی نہیں کہ غیر مسلم مسلمانوں کے شہروں پر غالب آتے چلے جائیں اور ہر روز ایک شہر پر قبضہ کرتے رہیں۔" ؎۲

۱۔ سیاسی مکتوبات (ترجمہ) ۔ ص ۱۱۹ ۔

۲۔ ایضاً ۔ ص ۱۴۹ ۔